8894-جب کافر ہمیں تکلیف دے تو کیا اسے معاف کردیا جائے

سوال

جب ہمیں کفار لوگ ہماری پیٹھ پیچھے برا بھلا کہیں یا پھر کئی ایک امور کا باعث بنیں مثلا ہماری گاڑیوں میں بہت زیادہ باتیں اورشور کرنا، تو اس میں کفار کو معاف کرنے کے بارہ میں کیا حکم ہے ؟

میں جو عام حکم جانتا ہوں کہ جاھل شخص جس نے کسی واقع کے ہونے میں سبب بننے کا قصد تو نہیں کیا اسے معاف کردینا چاہیے، لیکن میں نے کتاب "اصول السنۃ" انگریزی میں یہ پڑھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالی کا قول ہے : میں بدعتی کے علاوہ ہر شخص کو معاف کرسکتا ہوں، لھذا جب امام صاحب کسی بدعتی کو معاف نہیں کرتے تو پھر ہم کفار کو کس طرح معاف کریں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ

اول :

دین اسلام معافی ودرگزراور بخشش ومغفرت پر ابھارتا ہے، اور قرآن مجید اور سنت نبویہ میں بھی اس کو ذکر کیا گیا ہے، بلکہ دین اسلام کی صفات میں شامل ہے کہ یہ دین رحمت مہربانی کا دین ہے، اور اسی طرح مسلمان شخص نفرت پھیلانے والا نہیں بلکہ خوشیاں بانٹنے والا ہے، اور وہ قدرت وطاقت رکھتے ہوئے بھی معاف ودرگزر سے کام لیتا ہے اور غلطی کے وقت معاف کردیتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

{ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہوجانے کے محض حسد وبغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں، تم بھی معاف کرو اور درگزری سے کام لو یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنا حکم لائے، یقینا اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے}۔البقرۃ (109)۔

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی کا فرمان کچھ اس طرح ہے :

{پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت نازل فرمادی اور ان کے دل سخت کردیئے کہ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں، اور جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے، ان کی ایک نہ ایک خیانت پر تجھے اطلاع ملتی رہے گی، ہاں تھوڑے سے ایسے نہیں بھی ہیں، پس تو انہیں معاف کرتا جا اور درگزر کرتا رہ، بے شک اللہ تعالی احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے}۔المائدۃ (13)۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالی نے یہ فرمایا :

{اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہنا اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کرجاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے}۔ التغابن (14)۔

توکفارسے یہ درگزراورمعاف کرنا اللہ تعالی سے اجروثواب حاصل کرنا ہے ، اوراس لیے بھی کہ کافروں کے دل نرم ہوں اوروہ اللہ تعالی کے دین میں داخل ہوں ، لھذا یہ نرمی مستحب ہے اوردرگزربھی مستحب ہے جس سے عظیم امورکا ثبوت مراد ہے اوروہ اللہ تعالی کے ہاں اجروثواب اورکافرکا اللہ تعالی کے دین میں داخل ہونے کی ترغیب ، کیونکہ مسلمانوں کی تلواروں اوران کے گھوڑوں اورقلعوں کے حملوں سے قبل ہی ان کے اخلاق مشرکوں کے دلوں پرحملہ آورہوسکتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالی کے دین میں فوج دوفوج داخل ہونا شروع ہوگئے تاکہ وہ بھی مسلمانوں کے اس اخلاق جمیلہ کواپنا سکیں ۔

اوراللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

.{اللہ تعالی کی رحمت کے باعث آپ ان پرنرم دل ہیں اوراگرآپ بدزبان اورسخت دل ہوتے تویہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے ، سوآپ ان سے درگزرکریں اوران کے لیے استغفارکریں اورکام میں ان سے مشورہ کیا کریں ، پھرجب آپ کا ارادہ پختہ ہوجائے تواللہ تعالی پربھروسہ کریں ، بے شک اللہ تعالی توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے }.آل عمران (159)۔

تورسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رحمت وشفقت اورنرمی ہی ہے جولوگوں کے لیے دین اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنی ، اوراگرنبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نرم خواورشفقت ومہربان نہ ہوتے تولوگ آپ کے اردگرد سے علیحدہ ہوجاتے اورآپ کوچھوڑتے ہوئے آپ کی دعوت پرایمان نہ لاتے ۔

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ : نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ یھودی آئے اورکہنے لگے : السام علیکم (سام موت کوکہتے ہیں) عائشہ رضی اللہ تعالی کہتی ہیں کہ میں نے اسے سمجھ لیا اورکہا وعلیکم السام واللعنۃ کہ اورتم پربھی موت اورلعنت بھی ہو ۔

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں ، تورسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے اے عائشہ ذرا ٹھرجاؤ صبرسے کام لو ، یقینا اللہ تعالی ہرمعاملہ میں نرمی کوپسند فرماتا ہے ، میں نے کہا : اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سنا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے ؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے میں نے وعلیکم (یعنی تم پرہی ہو) کہا ہے ۔

صحیح بخاری حدیث نمبر (5678) صحیح مسلم حدیث نمبر (2164)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں :

اس لیے کہ اس وقت یھودیوں سے معاھدہ تھا ، اورجوظاہرہوتا ہے وہ یہ ایسا مصلحت کی خاطرتھا کہ ان کی تالیف قلب ہوسکے ۔

دیکھیں : فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر (43/11) ۔

دوم :

اللہ سبحانہ وتعالی نے مسلمان کواس بات کی اجازت دی ہے کہ اگراس پرزیادتی اورظلم ہوتووہ اس کا بدلہ لے ، لیکن عفوودرگزرکرنے پرترغیب دلائی ہے ، اسی کے بارہ میں اللہ تعالی کا فرمان ہے :

{اوربرائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے ، اورجومعاف کردے اوراصلاح کرلے اس کا اجراللہ تعالی کے ذمے ہے ، (فی الواقع) اللہ تعالی ظالموں سے محبت نہیں کرتا ۔

اورجو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد (برابر) کا بدلے لے لے تو ایسے لوگوں پر (الزام کا) کوئی راستہ نہیں ، یہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پر ظلم کریں ، اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں ، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے ، جو شخص صبر کرلے اور معاف کردے یقینا یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ایک کام ہے} الشوری (40–43) ۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالی نے کچھ اس طرح فرمایا :

{برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالی پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے ، اور اللہ تعالی خوب سننے والا جاننے والا ہے} النساء (148) ۔

لیکن جس چیز کا علم ہونا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کفار کی جانب سے پہنچنے والی وہ اذیت و تکلیف مسلمان معاف کرے گا جس کی بنا پر مسلمان ذلیل ورسوا نہ ہو کیونکہ مسلمان عزت والا ہے ، اور اللہ تعالی نے اسے عزت و شرف سے نوازا ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ اس سے عزت حاصل کرے اور اس کے ساتھ مزین ہو اس لیے کہ مسلمان کی عزت میں اسلام اور عام مسلمانوں کی عزت ہے ۔

لیکن اگر مسلمان معاف کرنے کی وجہ سے ذلیل ورسوا ہورہا ہو تو اس وقت مسلمان پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ کافر سے بدلہ لے اور اسے معاف نہ کرے اسی بارہ میں اللہ تعالی کا فرمان ہے :

{اور جب ان پر ظلم وزیادتی ہو تو وہ صرف بدلہ لے لیتے ہیں} الشوری (39) ۔

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں :

اللہ تعالی کا یہ فرمان : **{اور جب ان پر ظلم وزیادتی ہو تو وہ صرف بدلہ لے لیتے ہیں}** الشوری (39)

عفو ودرگزر کے منافی نہیں اس لیے کہ انتصار اور بدلہ لینا تو انتقام لینے کے لیے قوت وطاقت کا اظہار ہے ، پھر اس کے بعد عفو ودرگزر ہو سکتی ہے تو یہ اتم واکمل ہے ، امام نخعی رحمہ اللہ تعالی اس آیت کے بارہ میں کہتے ہیں "وہ ذلیل ہونا ناپسند کرتے تھے اور جب قدرت واستطاعت ہوتی تو معاف کردیتے ۔

اور مجاھد رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں : وہ مومن ناپسند کرتے تھے کہ مومن اپنے آپ کو ذلیل کرے اور فاسق قسم کے لوگ ان پر جری ہوجائیں ۔

لھذا مومن شخص پر جب ظلم وزیادتی ہو وہ انتقام کی قدرت ظاہر کرے اور پھر اس کے بعد معاف کردے ، سلف رحمہم اللہ تعالی میں بھی ایسے کئی ایک واقعات ہوئے ہیں جن میں عطاء اور قتادہ رحمہما اللہ تعالی وغیر شامل ہیں ۔ دیکھیں : الجامع العلوم والحکم (179/1) ۔

اسی لیے معاف ودرگزر ہر وقت اور ہر جگہ پر کوئی اچھی اور قابل ستائش نہیں ، بلکہ بعض اوقات تو مذموم بھی ہوتی ہے جب معاف ودرگزر کرنے کی وجہ سے مسلمان پر ذلت ورسوائی ہو یا پھر ظلم وزیادتی کرنے والے اور زیادہ ظلم کرنے پر جرات کرنے لگیں تو اس حالت میں عفو ودرگزر مذموم ہوگی ، وغیرہ ذالک ۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے بھی مندرجہ ذیل فرمان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے :

{لھذا جو معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر وثواب اللہ تعالی کے ذمے ہے} ۔

تو اللہ تعالی نے بیان کیا ہے کہ عفو ودرگزر اس وقت قابل ستائش ہوگی جب اصلاح کرنا مقصود ہو ، لیکن اگر اس کے نتیجہ میں فساد پیدا ہورہا ہو تو پھر قابل ستائش نہیں ۔

اس لیے مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ کس میں اصلاح ہے آیا معاف کرنے میں یا بدلہ لینے میں جس میں بھی اصلاح ہو اسے وہی کام کرنا چاہیے، اور یہ حالات اور اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

اور عفو درگزر میں امام احمد رحمہ اللہ تعالی کی کلام کا معنی یہ ہے کہ میں ہر ظلم کرنے والے کو معاف کردونگا لیکن بدعتی کو نہیں، یہ کلام بھی اسی کے موافق ہے، کیونکہ امام صاحب نے دیکھا کہ بدعتی لوگوں کو معاف کرنے میں فساد زیادہ ہوگا اور لوگوں میں بدعات کرنے کی جرات پیدا ہوگی، لھذا انہوں اس کی صراحت کردی کہ وہ بدعتی کو معاف نہیں کرینگے تاکہ لوگ بدعات سے باز آجائیں اور رک جائیں۔

اور اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

.{اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالی بہت جلد ایسی قوم لائے گا جو اللہ تعالی کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ تعالی سے محبت کرتے ہونگے، وہ مسلمانوں پر تو نرم دل ہونگے اور کفار پر سخت اور تیز ہونگے، اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرینگے، اور کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے، یہ ہے اللہ تعالی کا فضل وہ جسے چاہے دے، اللہ تعالی بڑي وسعت والا اور زبردست علم والا ہے}. المائدۃ (54)۔

اور ایک اور مقام پر اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہوتا ہے :

.{محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے کہ وہ رکوع اور سجدے کررہے ہیں، اللہ تعالی کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کی چہروں پر سجدے کے اثر سے ہے، ان کی ہی مثال تورات میں ہے اور یہی مثال انجیل میں بھی ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہوگیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہوگیا، اور کسانوں کو خوش کرنے لگا، تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ تعالی نے بخشش اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کررکھا ہے}. الفتح (29)۔

لھذا مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے متعلقہ حق سے معاف ودرگزر کردے، یعنی جو اس کا شخصی حق ہے، اور اللہ تعالی کی حرمتوں کی پامالی کے وقت اسے خاموشی کا کوئی حق حاصل نہیں۔

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ :

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو معاملوں میں اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں سے آسان اور سہل کو اختیار کیا جب تک وہ گناہ نہ ہوتا، اور اگر وہ گناہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہتے، اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لیے کبھی بھی انتقام نہیں لیا، لیکن جب اللہ تعالی کی حرمتوں کی پامالی کی جارہی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے لیے اس کا انتقام لیتے۔

صحیح بخاری حدیث نمبر (3367) صحیح مسلم حدیث نمبر (2327)

سوم :

جب مسلمان کمزور اور ضعیف ہو اور طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے کافر پر ہاتھ نہ اٹھانا جائز ہے، لھذا اگر مسلمان ضعیف وکمزور اور قوی نہیں تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کافر نہ لڑائی نہ کرے، اور اللہ تعالی نے بھی ابتدائے اسلام میں جب مسلمان کمزور تھا تو اس سے انہیں لڑائی سے روک دیا تھا :

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

{جان لو یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالی ہٹا دیتا ہے، کوئی خیانت کرنے والا ناشکرا اللہ تعالی کو ہرگز پسند نہیں} الحج (38) ۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں :

روایت کیا جاتا ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ : جب مکہ مکرمہ میں مومن زیادہ ہو گئے اور انہیں کفار مکہ نے تکلیفیں دینا شروع کر دیں ، اور کچھ تو حبشہ کی جانب ھجرت کر گئے اور بعض مکہ کے مومنوں نے سوچا کہ جس ہاتھ بھی جو کافر لگے اگر ممکن ہو سکے تو وہ اسے قتل کر دے اور انہیں دھوکہ دے کر مار ڈالے اور اس میں حیلہ بھی کر لے تو یہ آیت **{کفور}** کے الفاظ تک نازل ہوئی جس میں اللہ تعالی نے مومنوں سے مدافعت کا وعدہ کیا اور انہیں وضاحت کے ساتھ غدر و خیانت سے منع کر دیا ۔

دیکھیں : تفسیر القرطبی (67/12) ۔

اور جب مومنوں کو ضعف کے بعد قوت حاصل ہوگئی تو اللہ تعالی نے مومنوں کو قتال کرنے کی اجازت دیتے ہوئے یہ اعلان کر دیا :

{جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان کے اوپر ظلم و ستم ہوتا رہا اور بلاشبہ اللہ تعالی ان کی مدد و نصرت کرنے پر قادر ہے} الحج (39) ۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی اس آیت کی تفسیر میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں :

قولہ تعالی : **{جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ لڑ رہے ہیں}** کہا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالی کے اس فرمان **{یقیناً اللہ تعالی مومنوں کی مدافعت کرے گا}** کا بیان ہے ۔

یعنی : اللہ تعالی ان مسلمانوں سے کفار کے مصائب کو دور کر دے گا کہ ان کے لیے قتال کرنا مباح قرار دے گا اور ان کی مدد و نصرت فرمائے گا ، اور اس میں پوشیدہ کلام بھی ہے : یعنی ان لوگوں کو قتال کرنے کی اجازت ہے جو قتال کرنے کے اہل ہیں اور صلاحیت رکھتے ہیں ، لھذا کلام کے اس پر دلالت کرنے کی بنا پر حذف کر دیا گیا ہے ۔

ضحاک رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں : جب مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام کو کفار نے تکلیفیں دیں تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنے کی اجازت طلب کی تو اللہ سبحانہ وتعالی نے یہ آیت نازل فرما دی :

{یقیناً اللہ تعالی ہر خیانت کرنے والے ناشکرے سے محبت نہیں کرتا} ۔

اور جب مکہ سے ھجرت ہوئی تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرما دی :

{جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کرتے ہیں انہیں قتال کرنے کی اجازت دی جاتی ہے} ۔

اور یہ آیت قتال میں نازل ہونے والی پہلی آیت ہے اور ان آیات کی ناسخ ہے جن میں عفو و درگزر اور معافی کا اعلان ہے ، ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اور ابن جبیر کہتے ہیں : یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ھجرت مدینہ کے وقت نازل ہوئی ۔

اور امام نسائی اور امام ترمذی رحمہما اللہ تعالی نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ :

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دیا گیا تو ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کہنے لگے انہوں نے اپنی نبی کو نکال باہر کیا ہے، اللہ کی قسم وہ ضرور ہلاک ہوجائیں گے، تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمادی:

{جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کررہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان کے اوپر ظلم وستم ہوتا رہا اور بلاشبہ اللہ تعالی ان کی مدد ونصرت کرنے پر قادر ہے}۔

تو ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کہنے لگے: میں جان گیا کہ اب جنگ اور لڑائی ہوگی۔

علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے اس حدیث کو صحیح سنن ترمذی (2535) میں صحیح قرار دیا ہے۔

دیکھیں: تفسیر القرطبی (68/12)۔

چہارم:

لھذا اس بنا پر یہ ہے کہ اگر مسلمان کے لیے کافر سے اپنا حق لینے کے لیے بدلہ لینے میں اس کا حق ضائع ہونے سے زیادہ فساد مرتب ہوتا ہو تو مسلمان کو اپنا حق چھوڑ دینا چاہیے تا کہ بڑے فساد سے بچا جاسکے۔

اور علماء کرام نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس وقت برائی کو روکنا حرام ہوجاتا ہے جب اسے روکنے سے اس سے بھی بڑی اور عظیم برائی پیدا ہوتی ہو۔

دیکھیں: اعلام الموقعین (4/3)۔

اس کی مثال ہمارے قضیہ میں اس طرح ہے کہ:

وہ مسلمان جو ان ممالک میں بستے ہیں جہاں کفار کا غلبہ ہے، تو اگر کفار کی جانب سے کسی مسلمان پر ظلم وزیادتی ہوتی ہے یا اس پر سب وشتم کیا جاتا ہے یا پھر اسے زدوکوب کیا جائے اور اس کے بدلہ لینے سے کفار اسے اور اس کے مسلمان بھائیوں کو انتقام کا نشانہ بنائیں گے تو حکمت کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالی سبحانہ وتعالی سے اجروثواب کے حصول کی نیت کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرلے کیونکہ اللہ تعالی کی ہاں کوئی چھوٹی یا بڑی نیکی ضائع نہیں ہوتی۔

اور اگر ان کی اذیت سے زیادہ بڑا کوئی نقصان ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر استطاعت رکھتے ہوئے اس ظلم کو روکنا واجب اور ضروری ہوجاتا ہے تا کہ مسلمانوں اور اسلام کی عزت واحترام کا ظہور ہوسکے اور کفر اور کفار کو ذلت ورسوائی حاصل ہو۔

واللہ اعلم۔